محمد حمزہ فاروقی

مہر و سالک اور زمیندار

زمیندار اور انقلاب نے ہماری قومی اور سیاسی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ مولانا ظفرعلی خاں اگر مالک و مدیرِ اعلیٰ زمیندار تھے تو اُن کے معاونین غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک تھے۔ ان حضرات نے نہ صرف ملّتِ اسلامیہ ہند کی رہنمائی کی بلکہ ہندوستان سے باہر امتِ مسلمہ کی بھی خدمت کی۔ ان حضرات کے ذہنی ارتقا میں تحریکِ خلافت نے اہم کردار انجام دیا تھا، چنانچہ ان صاحبان نے ۱۹۲۵ء میں حجاز کے امیر شریف حسین کے مقابلے میں نجد کے امیر عبدالعزیز ابنِ سعود کا ساتھ دیا تھا۔

اسی طرح انھوں نے افغانستان میں شاہ امان اللہ کی بادشاہت کے خاتمے کے بعد بچہ سقّا کے دورِ انتشار میں پہلے شاہ امان اللہ کے حق میں اداریے تحریر کیے لیکن امان اللہ خاں کی یورپ روانگی کے بعد ۱۹۲۹ء جنرل نادر خاں کی حمایت اور عملی و مالی امداد کی تاکہ وہ بچہ سقّا اور اس کے غارت گر ساتھیوں کا استیصال کر سکیں۔

سالک اور مہر نے ۲۹۔۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کے خلاف انقلاب میں اداریے اور مضامین تحریر کیے اور اس رپورٹ کے مسلم آزار پہلوؤں کو اس انداز سے آشکار کیا کہ کانگریس کو ۱۹۳۰ء کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں نہرو رپورٹ کو واپس لیتے ہی بنی۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں مہر اور سالک نے اقبال کے خطبۂ الٰہ آباد کی حمایت میں پے در پے کئی اداریے لکھے اور ہندو معترضین کے دلائل کا رد کیا اور مسلمانوں کے لیے علاحدہ وطن کے لیے پُرزور

اور مدلّل مضامین لکھے۔[۱]

مولانا ظفر علی خان اور مہر فروری ۱۹۲۶ء میں جب حجاز سے واپس آئے تو زمیندار عوام میں غیر مقبول اور اقتصادی دشواریوں کے بھنور میں گرفتار تھا۔ عبدالعزیز ابنِ سعود کی حمایت زمیندار کی شکستہ کشتی کے لیے اضافی بوجھ ثابت ہوئی۔ سفرِ حجاز سے قبل جب ظفر علی خان اور اختر علی خان اسیرِ فرنگ تھے تو سالک اور مہر اخبار کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ انھوں نے نہایت جاں فشانی سے اخبار کو ترقی دی۔ اسے نیا آہنگ بخشا۔ خبروں اور مدیر کی آرا کو ''شیر و شکر'' ہونے سے بچایا۔ اداریے جنھیں اُس دور میں 'مقالاتِ افتتاحیہ' کہا جاتا تھا، اخبار کے اندر کے صفحات میں نمایاں انداز سے پیش کیے گئے۔ خبروں کی ترتیب میں بھی جدّت برتی اور خبر کی اہمیت کے اعتبار سے اسے نمایاں مقام پر پیش کیا۔ مولانا ظفر علی خان اخبار کے معیار سے مطمئن تھے لیکن حجاز سے واپسی کے بعد حالات سازگار نہ رہے۔ ادارۂ زمیندار کی مالی مشکلات میں اختر علی خان کی بے تدبیری اور اللّے تللّوں کا دخل تھا۔ مثلاً عوامی چندہ جو اختر علی خان کی دسترس میں تھا اور جسے قومی مقاصد کے تحت اکٹھا کیا گیا تھا، قید سے رہائی کے بعد اختر علی خان نے اس چندے سے تین ہزار روپے میں ایک کار خریدی۔ کچھ عرصے بعد کہیں سے مزید رقم ہاتھ لگی تو اُنھوں نے پرانی کار کو اونے پونے داموں بیچ کر پانچ ہزار روپوں سے نئی کار خریدی۔

حجاز سے واپسی کے بعد سالک اور مہر کا زمیندار سے جی اُچاٹ ہو گیا تھا اور اُنھوں نے دو مرتبہ استعفا پیش کیا لیکن ظفر علی خاں نے اُن کی مفارقت گوارہ نہ کی۔[۲] سالک نے خرابیٔ صحت کی بنا پر ایک تہائی تنخواہ پر زمیندار سے چند ماہ کی رخصت لی۔ اس وقت سالک کی تنخواہ ۱۷۵ روپے ماہ وار تھی۔

مولانا ظفر علی خان اور مہر و سالک کے تعلقات میں دراڑ کا آغاز ستمبر ۱۹۲۶ء سے ہوا۔ اُس وقت مہر اپنے دوستوں سے منصوبۂ دیرینہ یعنی ذاتی اخبار کے اجرا سے متعلق مشورے لینے لگے اور سالک کی زبان پر یہ فقرہ آیا کہ ''ظفر علی خان کی ادبیت اب سٹھیا گئی ہے، اُن کا قلم فرسودہ ہو چکا ہے، وہ زمیندار کو اب کیا چلائیں گے۔'' سالک اور مہر نے زمیندار سے علاحدگی اور نئے

اخبار کے اجرا کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالقادر قصوری سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے مہر و سالک کی حوصلہ افزائی کی۔[۳]

سالک نے اپنی آپ بیتی ''سرگزشت'' میں جو حالات بیان کیے تھے، اُن میں بہت سے تضادات تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ چھے ماہ کی رخصت پر تھے اور مہر نے بھی مولانا ظفر علی خان سے رخصت طلب کی تو ظفر علی خاں نے سالک کو رخصت ختم کر کے ۳۶۰ روپے ماہ وار معاوضے پر کرسیٔ ادارت سنبھالنے کی دعوت دی۔ بقولِ سالک زمیندار عوام میں غیر مقبول ہو رہا تھا اور اس کے مالی حالات دگرگوں تھے۔[۴] سالک کا زیادہ تنخواہ پر بارِ ادارت نہ سنبھالنا اور میعادِ رخصت پر اصرار کرنا دو متضاد باتیں تھیں۔ درحقیقت مہر و سالک کا زمیندار سے جی بھر چکا تھا اور وہ اپنا اخبار جاری کرنا چاہتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے مہر کے نام ۱۹/جنوری ۱۹۲۷ء کے خط میں لکھا:

> ایک عرصے سے شفاعت اللہ خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ ان میں، آپ میں اور سالک صاحب میں کوئی مشورہ ہوا ہے اور مصمم قصد ہے کہ لاہور یا دہلی سے ایک روزنامہ اخبار مشترکہ کوشش سے جاری کیا جائے۔ جب پچھلے دنوں میں نے دہلی جانے کا قصد کیا تھا تو میں نے اُن سے کہا تھا: میں خود تو اس کی ذمے داری نہیں لوں گا لیکن جس قدر مدد دے سکتا ہوں، دوں گا۔ لیکن وہ وقت مع اپنے ارادوں کے نکل گیا۔ اس مرتبہ جب دہلی میں وہ ملے تو اُنھوں نے کہا کہ اس بارے میں وہ کچھ تیاریاں کر چکے ہیں اور آپ اور سالک صاحب دونوں تیار ہیں۔ میں نے کہا: اگر واقعی ایسا قصد ہے تو دو باتوں پر غور کر لینا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ کوئی طریقہ عمداً ایسا اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے زمیندار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مہر صاحب اور سالک صاحب کو چاہیے، مولوی ظفر علی خان سے گفتگو کر کے باہمی رضامندی کے ساتھ علاحدہ ہوں۔ ثانیاً ایک کافی رقم کا انتظام ضروری ہے، بغیر اس کے اخبار نکال دینا صحیح نہ ہوگا... زمیندار سے ایسی حالت میں

علاحدہ نہیں ہونا چاہیے کہ زمیندار کو نقصان پہنچے۔ اعلانیہ گفتگو کرکے اور مناسب انتظام کے بعد علاحدہ ہونا چاہیے۔(۵)

کارکنانِ زمیندار کو کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی لیکن سالک اور مہر کو قسطوں میں واجبات ملتے رہے۔ مارچ ۱۹۲۷ء میں صورتِ حال مزید خراب ہوئی۔ عملے کو معلوم ہوا کہ مولانا ظفر علی خاں کو سلطان عبدالعزیز ابنِ سعود نے خاصی رقم بطور امداد دی تھی۔(۶) رمضان المبارک کا آغاز تھا۔ کارکنان نے جب تنخواہ کا مطالبہ کیا تو ظفر علی خان کرم آباد چلے گئے۔ عملے نے مہر اور سالک سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر وہ ان کے مطالبے میں شریک ہوجائیں اور ان کی درخواست پر دستخط کردیں تو مالک زمیندار کارکنوں کے واجبات ادا کیے جانے پر آمادہ کیے جاسکتے تھے۔ مہر و سالک نے فوراً اس درخواست پر دستخط کردیے۔

۱۷/ مارچ ۱۹۲۷ء کو کاتبوں اور کارکنوں نے درخواست دی کہ مہتمم اخبار مولوی شفاعت اللہ خان باقاعدگی سے تنخواہیں نہیں دیتے۔ اگر صورتِ حال یہی رہی تو تمام عملہ مستعفی ہوجائے گا۔ جواب کے لیے انھوں نے ۲۱/ مارچ ۱۹۲۷ء تک کی مہلت دی۔ مقررہ تاریخ سے قبل اختر علی خان نے بتایا کہ رقم کا بندوبست ہوگیا تھا لیکن عملے کو واجبات ہڑتال ختم کرنے کے بعد ملیں گے۔ صورتِ حال کی نزاکت کے پیشِ نظر مولانا ظفر علی خان کرم آباد سے لاہور تشریف لائے۔ دفترِ زمیندار پہنچے تو ہڑتالی ملازمین دفتر سے باہر زمین پر لیٹ گئے اور مولانا سے کہا کہ ہمارے پیٹ پر پاؤں رکھتے ہوئے گزر جائیں۔ مولانا یہ کہہ کر واپس پلٹے کہ ''میرا راستہ بھی بند کردیا۔'' مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ نے ہڑتالیوں کو راستے سے اُٹھ جانے کے لیے کہا اور اُن کے اُٹھنے کے بعد مولانا ظفر علی خان کو آواز دی، ''مولانا تشریف لے آئیے، راستہ صاف ہے۔''(۷)

ظفر علی خان نے عملے کے ایک ایک کارکن کو بلا کر پوچھا کہ وہ زمیندار میں کام کرنے پر آمادہ ہے یا مہر و سالک کا ساتھ دے گا۔ ارکانِ عملہ نے جواب دیا کہ وہ ''کسی کے ساتھ نہیں بلکہ اکٹھے ہیں۔'' یہ واقعہ جب مہر و سالک کے علم میں آیا تو اُنھیں سخت صدمہ پہنچا۔ اس طرح مولانا نے اُنھیں اخبار کا دشمن تصور کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہڑتال اُن کے ایما پر ہو رہی تھی۔ اگر مالکانِ زمیندار

فوراً واجبات ادا کر دیتے تو معاملات نہ بگڑتے اور مہر و سالک اور کارکنان کا زمیندار سے علاحدگی کا جواز نہ رہتا۔ اس واقعے کے بعد دونوں مدیروں نے مولانا ظفر علی خاں کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا:

بخدمت جناب مولانا ظفر علی خان صاحب، مالک زمیندار لاہور۔

جنابِ والا، درخواست کے سلسلے میں صبح سے کارکنانِ دفتر سے جو سلوک کیا گیا، وہ سخت حوصلہ فرسا ہے۔ اس بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکمِ برطرفی کی ساعت سے پیش تر ہم مستعفی ہوجائیں۔ اس تحریر کو ہمارا استعفا تصور فرمائیے۔ تنخواہ کے متعلق ہم بعد میں تحریر پیش کریں گے۔

۱۹/ مارچ ۱۹۲۷ء غلام رسول مہر

عبدالمجید سالک

مولانا ظفر علی خان نے دو روز بعد جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھا:

بخدمت جناب مولانا غلام رسول مہر و جناب عبدالمجید خان صاحب سالک۔

والا نامہ شرفِ صدور لایا۔ اب آپ دونوں حضرات کی کسی تحریر اور اس کے لب و لہجے کی کسی نوعیت پر مجھے حیرت زدہ ہونے کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔ ادارۂ زمیندار کے ساتھ نہ کہ آپ کے ساتھ میرے طریقِ سلوک پر آپ دونوں کا ایک منٹ کے نوٹس پر استعفا دینا، اس دور کے عجائبات میں سے ہے۔ اگر آپ حضرات نے اس ادارے کو داغ مفارقت دینے کا پہلے ہی سے تہیہ کر رکھا تھا تو اس کے لیے اس قسم کے عذرات کی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ ہم خوشی خوشی ایک دوسرے سے الگ ہوتے۔ آخر ساری عمر کے تعلقات کے انقطاع کا یہ طریقہ بہت زیادہ درخورِ استحسان نہیں تھا۔

خاکسار

ظفر علی خاں''(۸)

مہر اور سالک کے مستعفی ہونے کے بعد مولانا ظفر علی خان نے مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ کو زمیندار کا چیف ایڈیٹر بننے کی دعوت دی۔ انھیں نہ صرف بقیہ جات دینے کی پیش کش کی بلکہ ۸۱ روپے ماہ وار سے تنخواہ بڑھا کر ۱۵۰ روپے ماہانہ دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ میکشؔ نے جواب دیا کہ پہلے مستعفی عملے کا حساب بے باق کیا جائے، پھر دوبارہ ملازمت پر غور کیا جا سکتا تھا۔(۹)

مولانا ظفر علی خاں نے ارکانِ زمیندار کی علاحدگی کے بارے میں زمیندار کے ایک اداریے میں لکھا:

> اتنا بڑا تو نہیں لیکن ایک چھوٹا سا انقلاب زمیندار کو بھی جس کی ہنگامہ خیز زندگی دنیا جہان کے انقلابات کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، ۲۱/ مارچ ۱۹۲۷ء کی کبھی نہ فراموش ہونے والی تاریخ کو پیش آیا، جب مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک شعبۂ ادارت کے تمام تحتانی اور شعبۂ کتابت کے تمام فوقانی وتحتانی اعضا کو ساتھ لے کر زمیندار کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئے۔ جن حالات میں زمیندار کے یہ دست و بازو جن پر اس کی قوت کا انحصار تھا، اس سے جدا ہوئے۔ وہ اس درجہ الم ناک ہیں کہ میں ان کی تشریح سے قارئینِ کرام کے دل کو بھی اپنی طرح الم زدہ نہیں بنانا چاہتا۔ اس سپہ سالار کے قلب کی کیا کیفیت ہوگی، خواہ وہ نپولین بونا پارٹ ہی کا جگر رکھتا ہو جس کی ساری فوج اسے حریفوں کے نرغے میں چھوڑ کر الگ ہو جائے۔ میرے ان دونوں عزیزوں نے جو میرے قوتِ بازو تھے اور جنھیں میں مدت العمر کے لیے زمیندار کا جزوِ لاینفک سمجھتا تھا، انقلاب کے نام سے ایک نئے روزنامے کی تیاریاں شروع کر دیں...
>
> ... زمیندار کی ادارت کی نازک ذمے داریوں کا بار مجھ اکیلے کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا۔ اب مقالاتِ افتتاحیہ لکھتا ہوں تو میں، ''افکار و حوادث'' پر قلم اٹھاتا ہوں تو میں، ریوٹر اور ایسوسی ایٹڈ پریس کی خبروں کا ترجمہ

> درست کرتا ہوں تو میں، مراسلت نگاروں کے مکتوبات کی تصحیح یا تلخیص کرتا ہوں تو میں، نظمیں لکھتا ہوں یا باہر سے آئی ہوئی نظموں کو زمیندار کے معیار پر لاتا ہوں تو میں۔ غرض ایک میں ہوں اور ہزار مشغولیتیں جنھوں نے بلاشبہ آج کل مجھے چیونٹیوں بھرا کباب بنا رکھا ہے۔(۱۰)

مولانا ظفر علی خان نے زمیندار کو اپنے خونِ جگر سے سینچا تھا۔ عملے کی رخصتی نے ان کے لیے بے شمار مصائب اور مسائل پیدا کیے۔ اخبار کی طباعت، کتابت اور اشاعت کے مسائل فوری توجہ کے مستحق تھے لیکن مولانا نے ان مشکلات کا عزم اور حوصلے سے مقابلہ کیا۔ وہ آہنی عزم اور حوصلے کے مالک تھے، انھوں نے زمیندار کی طباعت اور کتابت کا معیار گرنے نہ دیا اور حرّیت خواہی کا علم بلند رکھا۔

۲۱/ مارچ ۱۹۲۷ء کو عملۂ زمیندار اخبار سے ترکِ تعلق کے بعد مہر اور سالک کے گھروں پر آیا۔ ان میں میکشؔ، اظہر حسن زیدی، منشی عبدالقادر ہیڈ کاتب، محبوب عالم خوش نویس، کاتب، چپراسی اور کلرک سبھی شامل تھے۔ ان حضرات نے دوبارہ زمیندار سے وابستگی سے انکار کیا۔ مہر و سالک نے ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ اس واقعے سے قبل مہر و سالک نے مولوی عبدالقادر قصوری سے اخبار کے اجرا کے لیے مالی امداد کی درخواست کی تو مولوی صاحب کنّی کترا گئے اور روپیا نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔(۱۱) مہر نے اس صورتِ حال کے بارے میں لکھا تھا:

> اواخرِ مارچ ۱۹۲۷ء میں اچانک اور بحالتِ مجبوری زمیندار سے علاحدگی ناگزیر ہوگئی۔ سالک مرحوم نے بھی میرے ہی لکھے ہوئے استعفے پر دستخط کر دیے تھے۔ اگرچہ اس وقت کئی اہم قومی مسائل درپیش تھے جنھیں معلّق چھوڑ دینا گوارا نہ تھا لیکن نیا اخبار جاری کرنے کے لیے ضرورت کے مطابق سرمایہ پاس نہ تھا اس لیے میں فیصلہ کر چکا تھا کہ باقی زندگی تصنیف و تالیف میں گزاروں گا۔ سالک مرحوم کا ارادہ بھی یہی تھا لیکن سوءِ اتفاق سے زمیندار کے عملے کا بہت بڑا حصہ کام چھوڑ کر ہمارے پاس پہنچ گیا، اس

لیے کہ ہمارے مستعفی ہونے کی اصل وجہ اس عملے ہی کے ایک حق بجانب مطالبے کی حمایت تھی۔ ان لوگوں کو سمجھانا کارگر نہ ہوا تو میں نے سالک مرحوم سے عرض کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ انھوں نے غور وفکر کے بعد ایک منصوبہ پیش کر دیا جس کے مطابق ہم نے اپنے نہایت عزیز دوستوں سے قرضِ حسنہ کے طور پر امداد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی سپاس گزاری کا حق ادا نہیں ہوسکتا کہ ان دوستوں نے ہماری توقعات سے بدرجہا زیادہ گرم جوشی کے ساتھ امداد پیش کر دی۔[۱۲]

ظہورِ انقلاب

زمیندار سے کارکنان کے استعفوں نے سالک اور مہر کے لیے ذاتی اخبار کے اجرا کی راہ ہموار کی۔ یہ تربیت یافتہ عملہ کسی بھی نئے اخبار کے اجرا کے لیے ''اضافی امداد'' کی حیثیت رکھتا تھا لیکن نیا اخباری جاری کرنے کے لیے مالی وسائل کی ضرورت تھی جو اس وقت سالک اور مہر کی دسترس میں نہ تھے۔ سالک کے زرخیز ذہن نے فراہمیِ زر کے لیے دوستوں کا تعاون حاصل کرنے کی تدبیر سوچی۔ انھوں نے ایک سو صاحبِ استطاعت دوستوں کی فہرست بنائی جن سے سو سو روپے بطور قرضِ حسنہ وصول کیے جاسکیں۔ بعض حضرات نے تین سو سے پانچ سو روپے بطور قرض دیے۔ چند روز میں ساڑھے تین ہزار روپے جمع ہوگئے۔ ان حضرات کو جہاں دریا دل دوست میسر آئے، وہیں ایسے رفقا بھی ملے جنھوں نے سالک ومہر کو وعدۂ فردا پہ ٹرخایا اور بھولے سے بھی ایفائے عہد نہ کیا۔ مدیرانِ انقلاب کے جب دن پھرے تو اُنھوں نے اپنے مہربانوں کی رقوم واپس کیں۔

مولوی عبدالقادر قصوری، پروفیسر سیّد عبدالقادر، حکیم فقیر محمد چشتی، چودھری محمد حسین، اللہ بخش آرٹسٹ اور دیوان آتم آنند شرر نے بھرپور مدد کی۔ حکیم فقیر محمد چشتی اور سیّد عبدالقادر نے تین تین سو روپے بطور قرضِ حسنہ دیے۔[۱۳] انقلاب کے خاص نمبروں کے سرورق اور تصویروں کا انتظام اللہ بخش آرٹسٹ کی زیرِ نگرانی ہوتا اور وہ اس کام کو اپنائیت کے جذبے سے انجام دیتے۔[۱۴]

مہر نے ایک انٹرویو میں فرمایا:

> احباب نے ایسی فراخ حوصلگی سے امداد کی کہ ایک ہی دن میں نئے اخبار کے اجرا کا اشتہار تیار ہوگیا۔ ابھی اخبار کا کوئی نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ ہم معمول کے مطابق حضرت علامہ اقبال سے ملنے گئے۔ انھوں نے ازراہِ نوازش ہمیں اپنی مشہور نظم ''انقلاب، اے انقلاب'' سنائی۔ اس نظم کی بنا پر اخبار کا نام ''انقلاب'' تجویز ہوا اور یہ نظم پہلی مرتبہ انقلاب کی پہلی اشاعت کے صفحۂ اوّل پر شائع ہوئی۔[۱۵]

روزنامہ انقلاب کا پہلا پرچہ ۲/اپریل ۱۹۲۷ء کو پانچ ہزار کی تعداد میں چھپا۔ اس روز ہفتہ تھا اور اخبار شام کے وقت چھپا۔ عوام میں یہ اس قدر مقبول ہوا کہ مختلف مقامات سے ایجنٹوں نے مزید کاپیوں کا مطالبہ کیا۔ دو دن بعد عیدالفطر تھی۔ انقلاب کا دوسرا پرچہ ۴/اپریل ۱۹۲۷ء کو شائع ہوا۔ اس کے بعد عید کی تعطیلات تھیں، اس لیے تیسرا پرچہ ۹/اپریل ۱۹۲۷ء کو شائع ہوا۔[۱۶] انقلاب کے پہلے شمارے کے ۱۲ صفحات تھے اور اس کی تقطیع (۲۲ x ۲۹)/۴ تھی۔ اخبار کی پیشانی پر اقبالؔ کا مندرجہ ذیل شعر درج تھا:

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

انقلاب نے خود کو ''آفتابِ تازہ'' اور زمیندار کو ''ڈوبا ہوا تارہ'' قرار دیا تھا۔[۱۷]

مدیرانِ انقلاب نے ابتدا میں کرائے کے دفتر سے کام چلایا۔ کچھ عرصے بعد دفترِ انقلاب چوبارہ چھجو بھگت رام کی ایک عمارت میں منتقل ہوا۔ اخبار ''رفیقِ عام پریس'' جس کے مالک محمد لئیق تھے، میں چھپتا تھا۔ پرائے پریس میں اخبار چھپوانے میں کئی دشواریاں تھیں۔ مثلاً دوسرے اخباروں کے مقابلے میں اشاعت میں تاخیر اور پرچے کا بروقت نہ پہنچنا، طباعت کا یکساں اعلیٰ معیار قائم نہ رہنا۔ ان دشواریوں کا سدِ باب اپنے پریس کے قیام کے ذریعے ممکن تھا۔ چنانچہ مدیران نے مئی ۱۹۲۹ء میں بیرونِ اکبری دروازے کی ایک عمارت میں ''مسلم پرنٹنگ پریس'' قائم

کیا۔ طباعت کے جدید انتظام کے بعد مدیرانِ انقلاب نے اپنا ڈاک خانہ (Sorting Office) قائم کیا تاکہ اخبار بروقت قارئین تک پہنچ سکے۔[۱۸]

دفترِ انقلاب کے بورڈ لکھنے کی ذمے داری حاجی دین محمد (دارالفنون) نے قبول کی۔ سالک نے ۲۷ر اپریل ۱۹۲۷ء کے ''افکار و حوادث'' کے کالم میں بورڈ کی تیاری میں تاخیر کی شکایت کی تھی۔[۱۹] حاجی دین محمد نے دفترِ انقلاب کا نہایت خوب صورت سائن بورڈ جون ۱۹۲۷ء میں بلامعاوضہ بنایا۔ ماسٹر اللہ بخش نے انقلاب کے سنڈے ایڈیشن میں صفحۂ اوّل پر شائع ہونے والی نظم کے گرد حاشیے میں بیل بوٹے بنائے۔ حکیم فقیر محمد چشتی نے اخبار کے صفحۂ اوّل کی پیشانی اپنی نگرانی میں تیار کروائی۔[۲۰]

انقلاب کے اوّلین خریدار بھی حکیم صاحب ہی تھے۔ اُنھوں نے سب سے پہلے سالانہ چندہ پندرہ روپے ادا کر کے اوّلیت کا شرف حاصل کیا لیکن یہ شرف ڈپٹی کمشنر لاہور سی ای ایم جی اوگلوی نے ان سے چھین لیا۔ مئی ۱۹۲۷ء میں انھوں نے چپراسی بھیج کر مہتمم انقلاب کے نام یہ حکم جاری کیا کہ انقلاب کی پہلی کاپی انھیں پہنچائی جائے۔ چنانچہ دس بجے چپراسی ''رفیقِ عام پریس'' پہنچتا اور اِکنّی دے کر اخبار خریدتا۔ یہ عجلت ''انقلاب دوستی'' کے تحت نہ تھی بلکہ ۶ر مئی ۱۹۲۷ء کے فرقہ وارانہ فسادات کا شاخسانہ تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر اخبار میں قابلِ اعتراض مواد شائع ہو تو فوری کارروائی کی جا سکے اور پرچہ ضبط کیا جا سکے۔[۲۱]

اُس زمانے میں جس روزنامے کو مستقل خریدار میسر آتے اسے معاشی استحکام مل جاتا۔ ''انقلاب دوستوں'' نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے پندرہ پندرہ، اور بیس بیس مستقل خریدار فراہم کیے اور اشتہارات کے حصول میں مدد دی۔ مہر و سالک کو جب معاشی استحکام میسر آیا تو اُنھوں نے ادارتی مقالات، فراہمیِ مضامین، تازہ خبروں کے حصول اور طباعت و کتابت کا اعلیٰ معیار برقرار رکھنے پر توجہ دی۔[۲۲]

انقلاب کے لیے فراہمیِ سرمایہ کی مہم کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ۲۷ر اپریل ۱۹۲۷ء کے خط بنام مہر میں لکھا:

> انقلاب کے لیے سرمائے کا جو انتظام کیا گیا، اگر وہ پوری طرح وجود میں آئے تو کافی تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ نصف سے زیادہ وعدے عموماً ناقابلِ اعتماد ہوتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا بحالتِ موجودہ کہاں تک ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ کوئی نہ کوئی دوسری صورت نکالنی چاہیے تاکہ اخبار نویس کو ابتدائی دور میں مشکلات پیش نہ آئیں۔ اب مواعید کے حصول کی ایک آخری کوشش کیجیے۔[۲۳]

مہر نے فراہمیِ سرمایہ کے بارے میں تحریر کیا:

> ایک دو روز میں کم و بیش ساڑھے تین ہزار کی رقم فراہم ہوگئی۔ اس بنا پر اخبار جاری ہوا۔ بعض احباب نے اپنے حصے بعد میں ادا کیے لیکن اس فہرست کی پوری رقم فراہم نہ ہوئی اور نہ ہم فراہمی کا اہتمام کر سکے۔ اخبار جاری ہوگیا تو ہمارا پورا وقت اسی کی نذر ہوتا رہا۔[۲۴]

انقلاب کی مالی معاونت کے متعلق مولانا محمد علی نے لکھا کہ ''پنجابی ٹولی'' نے اخبار کے لیے سرمایہ مہیا کیا تھا۔ ''پنجابی ٹولی'' سے اُن کی مراد مولانا عبدالقادر قصوری اور اُن کے رفقا تھے جنھوں نے مسئلۂ حجاز میں سلطان عبدالعزیز ابنِ سعود کی بادشاہت کی حمایت کی تھی۔ مہر نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

> انقلاب کے لیے سرمایہ اور خریدار فراہم کرنے والوں کی تعریض ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ انقلاب بعض احباب و اعزہ سے قرضِ حسنہ لے کر جاری کیا گیا اور میں حلف اُٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ بہ اصطلاحِ مولانا محمد علی ''پنجابی ٹولی'' کے ایک فرد کی مالی مدد کا ایک حبہ بھی اس میں اب تک شامل نہیں ہوا۔[۲۵]

مولانا ظفر علی خاں نے نہایت خوش دلی سے انقلاب کو خوش آمدید کہا اور مندرجہ ذیل تحریر لکھی:

> روزنامہ انقلاب جس کے اجرا کی نوید ہم سابقہ افتتاحیوں میں مسلمانوں کو سنا چکے ہیں، عید سے دو دن پہلے آفتابِ زرنگار کی طرح ''ڈوبے ہوئے تاروں'' کے ماتم سے فارغ ہو کر ایک نئے جہان پر اپنی نگاہ کو خیرہ کرنے

والی تجلیاں بکھیرتا ہوا نکل آیا اور اربابِ نظر نے دیکھ لیا کہ جو توقعات انھوں نے مولانا غلام رسول مہر کے سحر آفریں اور مولانا عبدالمجید سالک کے گل فشاں قلم سے وابستہ کی تھیں، وہ کس قدر حق بجانب ہیں۔ قارئینِ زمیندار بھی جن کے آگے اس جامِ جہاں نما کا دور آیا ہوگا، اس کے کیف آور جرعوں سے اُس وقت تک بقدرِ وسعتِ ظرف بہرہ اندوز ہو چکے ہوں گے۔ ہم اپنے دونوں محترم عزیزوں کی خدمت میں اس شان دار کامیابی پر ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔(۲۶)

مولانا ابوالکلام آزاد نے مہر کو مشورہ دیا کہ زمیندار سے علاحدگی کے بعد کسی طرح کا رقیبانہ طرزِ عمل غلط اور مضر ہوگا۔ اپریل ۱۹۲۷ء کے خط میں آپ نے لکھا:

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے زمیندار میں جو کچھ لکھا ہے، وہ میری نظر سے گزرا ہے۔ اگر وہ اس طرزِ عمل پر قائم رہے تو یقیناً تعریف و تحسین کے مستحق ثابت ہوں گے۔(۲۷)

انقلاب کا استقبال کرنے والوں میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا غلام قادر گرامی اور مفتی کفایت اللہ سرِ فہرست تھے۔ ان کے علاوہ صحافی برادری میں مندرجہ ذیل اخبارات نے انقلاب کے بارے میں خوش آئند کلمات لکھے: پرتاپ لاہور، حقیقت لکھنؤ، رہبرِ دکن حیدرآباد دکن، ترجمانِ سرحد راول پنڈی، پیغام کلکتہ، ہمدرد دہلی، الفضل قادیان، مسلمان لاہور، تنظیم امرتسر، خلافت بمبئی، خاور لاہور، الجمعیۃ دہلی۔

مولانا غلام قادر گرامی نے ایک خط میں انقلاب کے بارے میں لکھا:

انقلاب دل فریب اخبار ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر بجائے انقلاب اس کا نام "سالک" ہوتا۔ چودھری غلام رسول مہر کو چودھری غلام رسول مجذوب کہتے۔ مہر کا مجذوب ہونا مشکل، انقلاب کا سالک ہونا ناممکن۔ دراصل سالک و مہر لازم و ملزوم۔ سالک جمالی ہے، مہر سالک کا مترادف ہے۔

تشنگانِ انقلاب گرامی کو کہتے ہیں کہ "انقلاب" نام کیوں رکھا ہے؟ گرامی نے کہا، انقلاب اس زمانے میں نہایت موزوں ہے۔ انقلاب میں راستی اور راست روی ہے:

چو سرو از راستی بر زد عَلَمہا　　نہ بیند از خزاں تاراجِ غم را
کسے کُو راستی در دل پذیرد　　جہاں گیر و جہاں او را نگیرد

گرامی، سالک و مہر یا سالک و مجذوب کی نسبت کیا لکھے:

ہر دو رفیق در ازل ہر دو شفیق در عمل
عشقِ وفا خمیرِ ما عقلِ ادب سرشتِ ما(۲۸)

انقلاب جس دور میں جاری ہوا، اُس وقت اخبار بینی کا ذوق عام نہ تھا اور اخبارات کی اشاعت خاصی کم تھی۔ پنجاب میں اخباروں پر کسی خاص فرقے کی سیاسی، سماجی اور مذہبی اثرات کی گہری چھاپ ہوتی تھی۔ مثلاً لالہ لاجپت رائے کی ادارت میں نکلنے والا اخبار پیپل ان کا سیاسی ترجمان ہونے کے علاوہ آریہ سماجی تعلیمات و تصورات کا پرچار کرتا تھا۔ پرتاپ اور ملاپ ہندو فرقہ پرستوں کی نمائندگی کرتے اور تعصب کو فروغ دیتے۔ اینگلو انڈین طبقے کی ترجمانی سول اینڈ ملٹری گزٹ کرتا تھا۔

اس زمانے میں اخبار لازمی ضرورت نہ تھا بلکہ ایک پرچا بہت سے ہاتھوں میں گردش کرتا تھا۔ شہر کے جس محلے میں پبلک لائبریری ہوتی، وہاں اخبار کی مقبولیت کم ہوجاتی۔ لوگ اخبار خریدنے کے بجائے لائبریری میں جا کر پڑھتے۔ اخباروں پر مدیروں کی شخصیت کی گہری چھاپ ہوتی۔ ان کی پسند و ناپسند، تعصّبات و ترجیحات اخبار کے ذریعے منعکس ہو کر عوام تک پہنچتیں۔ مدیر نہ صرف رائے عامہ کی تربیت کرتے بلکہ عوامی عدالت میں جواب دہ ہوتے۔

اُس زمانے میں پنجاب میں جاگیرداری نظام رائج تھا۔ صنعت و حرفت کا زیادہ چلن نہ تھا۔ محدود صنعت و تجارت پر ہندوؤں اور سکھوں کی بالادستی تھی۔ اُن کی ہمدردی اور دریا دلی اشتہارات کے روپ میں ڈھلتی اور وہ ان "ریوڑیوں" کو اپنے فرقے کے ترجمان اخبارات میں بانٹتے۔ اس

طرح مسلمان اخبارات کے ذرائع آمدنی بہت محدود تھے۔حکومت اخباروں پر اثر انداز ہونے کے لیے زرِ ضمانت اور سرکاری اشتہارات و مراعات کا شکنجہ رکھتی تھی۔جس اخبار سے حکومت ناراض ہوتی، اُس کا زرِ ضمانت ضبط کر لیتی اور جس پر نہال ہوتی، اُسے سرکاری اشتہارات اور مراعات سے نوازتی۔ ماضی میں زمیندار کا نہ صرف زرِ ضمانت ضبط ہوا بلکہ پریس بھی حکومت کے قبضے میں گیا۔زمیندار حریت خواہی کی قیمت متعدد مرتبہ ادا کر چکا تھا۔

انقلاب کے ابتدائی دور میں جب کار پردازانِ انقلاب نے مشتہرین کے در پر حاضری دی تو زمیندار اور پرتاپ نے مشتہرین اور اخباری ایجنٹوں کے پاس یہ چرچا کیا کہ انقلاب جلد بند ہونے والا تھا اس لیے اسے اشتہار نہ دیے جائیں اور اس کی سرپرستی سے گریز کیا جائے۔انقلاب نے ابتدائی دور میں دوسرے اخبارات سے کم نرخوں پر اشتہار حاصل کیے تو کارکنانِ زمیندار مشتہرین کے پاس گئے اور انقلاب کے نرخ سے پانچ روپے کم میں سودا طے کر لیا اور یہ شرط عائد کی کہ انقلاب کو اشتہار نہ دیا جائے۔[۲۹] انقلاب کو اپریل ۱۹۲۸ء سے سرکاری اشتہار ملنے لگے تو یہ امر زمیندار اور ''پرتاپ'' کو گراں گزرا اور انقلاب کی سرکاری سرپرستی کا ثبوت بنا۔ حالانکہ اس خوانِ یغمیٰ سے اس دور کے بہت سے اخبارات فیض یاب ہوتے اور ظاہری طور پر ان کی حریت خواہی میں فرق نہ آتا۔

زمیندار اور انقلاب کے مدیر بنیادی طور پر عالم، ادیب اور شاعر تھے۔ان کی صحافیانہ تحریروں میں بھی ادبیت اور علمیت جھلکتی تھی۔ادارتی مقالات میں اردو اور فارسی اشعار کی پیوندکاری ہوتی۔ اسلوب پر فارسی کے کلاسیکی ادب کی گہری چھاپ تھی لیکن مہر نے فارسی ادبیات سے متاثر ہونے کے باوجود اپنی راہ الگ نکالی تھی۔ان کے اداریوں میں مرکب جملوں کے باوصف منطقی اور تجزیاتی انداز پایا جاتا تھا۔ انھوں نے جذبات انگیز اور طوفان خیز تحریر سے اجتناب برتا اور زمینی حقائق کو پیشِ نظر رکھا۔

انقلاب میں مولانا ظفر علی خاں جیسا قادر الکلام شاعر تھا جو ہنگامی اور سیاسی موضوعات پر ارتجالاً نظمیں کہہ لیتا تھا۔اس کے مقابلے میں مہر و سالک کی شاعری ان کے علم کے بوجھ تلے دبی

ہوئی تھی لیکن اُن کی مدد کے لیے محمد دین تاثیرؔ، پنڈت ہری چندر اخترؔ اور حفیظؔ جالندھری تھے۔ معاصر ہندو اخبارات کی زبان غیر معیاری اور مقامی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔شاعری کا معیار بھی پست تھا۔ ملاپ، پرتاپ اور ویر بھارت میں اکثر ناموزوں اور ساقط الوزن اشعار چھپتے۔

مہر و سالک نے ماضی کے تجربات سے سبق دیکھا تھا کہ اخبار کے مدیروں کو سیاسی جماعتوں میں شمولیت اور عملی سیاست میں حصہ لینے سے گریز کرنا چاہتے۔ چنانچہ مدیرانِ انقلاب نے حکمران جماعت یونینسٹ پارٹی سے ہمیشہ بنا کر رکھی لیکن سیاسی جھمیلوں سے دور رہے۔

سالک روزانہ فکاہیہ کالم ''افکار و حوادث'' کے عنوان سے لکھا کرتے تھے۔اس کا اسلوب غیر رسمی اور مکالماتی تھا۔ ان کا کالم ایک سے زیادہ موضوعات پر مشتمل ہوتا۔ ان کے مرغوب موضوعات، سیاست، ادب، معاصر شخصیات، پیروں فقیروں کی فریب کاری یا مغربی تہذیب کے مضحکہ خیز پہلو تھے۔ اُن کی تحریر میں مزاح سے زیادہ طنز پایا جاتا تھا۔ اُن کا مطالعہ وسیع اور مشاہدات متنوع تھے۔جس موضوع پر قلم آزمائی فرماتے، اُس کی جزئیات تک چند لفظوں میں بیان کر دیتے۔اُن کے اسلوب میں بے ساختگی اور ایجاز و اختصار پایا جاتا تھا۔

پنجاب میں مسلمان ۵۶ فیصد تھے لیکن اُنھیں مجالسِ قانون ساز اور بلدیاتی اداروں میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی میسر نہ تھی۔ انقلاب نے روزِ اوّل سے پنجاب میں مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں اُن کی آبادی کی مناسبت سے نمائندگی اور اُن کے سیاسی حقوق کی بازیابی کے لیے جدوجہد کی۔اس نے نہ صرف مسلمانوں کے لیے جداگانہ حقِ انتخاب کی حفاظت کی بلکہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی پر زور دیا۔ اس مہم میں مدیرانِ انقلاب کو میاں فضل حسین کی در پردہ حمایت میسر تھی۔

مہر نے انقلاب کی جدوجہد کے متعلق ۱۶/ فروری ۱۹۵۲ کے غیر مطبوعہ خط بنام شورش کاشمیری میں لکھا:

> اس ناچیز خدمت (مسلمانانِ پنجاب کے حقوق کی جدوجہد) کو اپنے لیے اور انقلاب کے لیے ہمیشہ باعثِ افتخار سمجھتا رہا ہوں۔ اس کے لیے بھی

اعترافِ عامہ کا کبھی طلب گار نہیں ہوا ہمیشہ انّ اجری الی اللہ پر ہی دھیان رہا ہے لیکن اگر اگر ''فرقہ واری'' کا مفہوم یہ ہے کہ انقلاب نے مختلف مذہبی طبقوں میں تفرقہ و کشاکش کو پسند کیا یا اپنے دامنِ تحریر سے اس آگ کو ہوا دی یا کبھی کسی غیر مسلم طبقے کے ساتھ دانستہ بے انصافی کو روا رکھا تو یہ حقیقتِ حال کے خلاف ہے۔

مہر و سالک مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کے مخالف تھے اور اس معاملے میں اُن کے غلو کا عالم یہ تھا کہ جماعتِ احمدیہ کے ارکان کو بھی مسلمان تصور کرتے تھے۔ مہر نے انقلاب کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے میرزا بشیر الدین محمود کے نام غیر مطبوعہ خط میں لکھا:

میری اخباری زندگی کا اصل الاصول یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھنا چاہیے۔ حتی الامکان اُس سے اختلاف کا موقع نہ آنے دیا جائے۔ جس حد تک اُس سے اشتراک کے پہلو پیدا ہوں، اُس حد تک اُس سے پورا تعاون کیا جائے۔ جہاں اختلاف ہو، وہاں برابری، دوستی، محبت اور اُلفت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختلاف کیا جائے۔

انقلاب کے اجرا کے بعد مہر نے اخبار کی پالیسی اس انداز سے متعین کی تھی:

اس ادارے کے عملۂ ادارت نے روزِ اوّل ہی سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ ہنود سے مسلمانوں کے جو اختلافات ہیں، اُن پر نہایت متین و مدلّل مضامین لکھیں گے۔ قومیت پرستی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اختلاف و انشقاق پیدا کرنے میں ہرگز حصہ نہ لیں گے۔ محض چند پیسے حاصل کرنے کی غرض سے جمہور کا مذاق نہ بگاڑیں گے اور ہمیشہ ان مسائل پر قلم اُٹھائیں گے جن کا تعلق مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے ہوگا۔

خبروں کی فراہمی میں اس قدر محنت و کاوش سے کام لیا جا رہا ہے کہ

کسی اور روزنامے کو خبروں کو کثرت اور اُن کی بروقت اشاعت کے معاملے میں روزنامہ انقلاب پر فضیلت و سبقت حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس روزنامے کا کاغذ، اس کی چھپائی اور لکھائی کی نفاست اور اس کی ظاہری شان و شوکت بھی دوسرے اخباروں سے بہت ممتاز ہے۔ [۳۰]

سالک خوش خط تھے جب کہ مہر بد خط تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے مہر کو لکھا:

تمھارے اطمینان کے لیے یہ لکھ دینا کافی ہے کہ بڑے آدمی عموماً ''بدخط'' گزرے ہیں۔

دفترِ انقلاب میں ہیڈ کاتب مہر کے سوادِ خط کو پہنچانتا تھا اور وہی ان کا اداریہ کتابت کرتا تھا۔ اس کی مشّاقی کا عالم یہ تھا کہ مہر کی اتفاقیہ غلطی کو درست کر لیتا اور اُنھیں کتابت شدہ مضمون کی خواندگی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ [۳۱] مہر بہت جی لگا کر اداریے اور مضامین لکھتے تھے اور اس طرح اپنی بدخطی جو قارئین سے مستور رہتی، اُس کا مداوا کر لیتے۔ مہر نے اپنی پوتی طاہرہ کے نام ۵؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء کے غیر مطبوعہ خط میں لکھا تھا:

میں جب جوان تھا اور اپنے اخبار کے لیے آرٹیکل لکھا کرتا تھا تو میرے قلم میں بہت تاثیر تھی۔ خود اپنی تحریر پڑھ کر ایسی حالت ہوتی تھی جیسے نشہ ہو گیا ہو۔

سالک میں انتظامی صلاحیت مہر سے زیادہ تھی۔ وہ بہت حلیم الطبع تھے جب کہ مہر زود رنج اور حسّاس تھے۔ وہ مزاج کے خلاف معمولی بات پر بگڑتے تو سالک مہر کو نرم رویہ اختیار کرنے پر مائل کرتے اور معاملہ رفع دفع کر دیتے۔ سالک تو اپنے مخالف پر کڑا وقت آنے پر سب کچھ بھلا کر مدد پر آمادہ ہو جاتے۔

انقلاب کے اجرا کو ایک مہینا گزرا تھا کہ لاہور فرقہ وارانہ فساد کی زد میں آ گیا اور اس کے مسموم اثرات اخبار پر ظاہر ہوئے۔ ہندو فرقہ وار تنظیموں نے شہر کی فضا کو زہر آلود کر رکھا تھا۔ جلتی پر آگ کا کام بے بنیاد افواہوں نے کیا۔ ۳؍ مئی ۱۹۲۷ء کو کوچۂ درزیاں، حویلی کابلی مل میں ڈھائی سو ہندوؤں اور سکھوں کا ہجوم جو کرپانوں اور لاٹھیوں سے مسلّح تھا، مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اس وقت نماز پڑھ کر کوچۂ درزیاں کی مسجد سے نکل رہے تھے کہ اچانک اس بلائے ناگہانی کا شکار

ہوئے۔تین مسلمان جائے واردات پر شہید ہوئے۔[۳۲]

اگلے دن ۴ر مئی ۱۹۲۷ء کو فرقہ وارانہ فساد کے ردِعمل میں ہڑتال ہوئی۔مسلم قائدین نے تدبّر اور احتیاط سے کام لیا اور حالات کو مزید خراب ہونے سے بچایا۔مسلمانوں کو صبر و ضبط کی تلقین کی۔شہدا کے جنازوں کا جلوس شہر کے مختلف علاقوں سے گزرا لیکن علامہ اقبال، میاں عبدالعزیز اور سر شیخ عبدالقادر کے حسنِ تدبّر سے فساد کی روک تھام ہوئی اور اُسے مزید پھیلنے نہ دیا۔اس فساد کے زہریلے اثرات شہر میں کئی دن تک رہے۔[۳۳]

انقلاب جس روز چھپتا تھا، اس سے اگلے دن کی تاریخ درج کی جاتی تھی۔ یہ جتن خبر کی تازگی برقرار رکھنے کے لیے کیا جاتا تھا۔اخبار میں ہجری اور عیسوی سنین میں تاریخیں درج کرنے کا رواج تھا اور ہفتے کے ایّام ایران سے مستعار لیے جاتے۔یکم محرم سے اخبار کے نمبر اور جلدیں شمار کی جاتی تھیں۔اس میں مصلحت یہ تھی کہ اسلامی تشخص برقرار رہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ تصور تھا عیسوی سال کے مقابلے میں کم تر دنوں میں سالانہ جلد مکمل ہو اور اخبار کی قدامت میں اضافہ ہو۔

انقلاب نے ۶ر مئی ۱۹۲۷ء کے شمارے میں شہدا کے جنازوں کے جلوس کا احوال درج کیا اور ساتھ ہی ہندوؤں کی جلوس پر خشت باری کی تفصیلات شائع کیں۔ دوسری طرف پرتاپ، ملاپ اور دیگر ہندو اخبارات فتنہ و فساد کے شعلوں کو ہوا دے رہے تھے۔ ۵ر مئی ۱۹۲۷ء کو ڈھائی بجے دوپہر شیخ محمد اعظم سب انسپکٹر پولیس اپنے رفقا کے ساتھ دفترِ انقلاب پہنچے اور ۱۰۷۷ پرچوں کو بحکمِ سرکار ضبط کیا۔اس کے بعد یہ حضرات ''رفیقِ عام پریس'' جہاں انقلاب چھپتا تھا، آئے اور مزید ۵ پرچوں کو ضبط کر لیا۔ یہ کارروائی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نندلال من چندہ نے زیرِ دفعہ ۹۹ (الف)، ضابطۂ فوج داری کے وارنٹ کے تحت عمل میں لائی گئی۔ ۶ر مئی ۱۹۲۷ء کا پرچہ جب قارئین کو نہ ملا تو انقلاب دشمنوں کی بن آئی اور اُنھوں نے افواہ پھیلائی کہ حکومت نے انقلاب کو تین ماہ کے لیے بند کر دیا۔مقامی ہندو اخبارات پرتاپ، ملاپ اور بندے ماترم حسبِ سابق فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی مواد شائع کرتے رہے۔[۳۴]

۶ر مئی ۱۹۲۷ء کو رات کے نو بجے مولانا محمد علی نے چیف سیکریٹری حکومتِ پنجاب سے

زمیندار اور انقلاب کے شماروں کی ضبطی کے بارے میں استفسار کیا تو جواب ملا کہ انقلاب میں ایک خبر مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کے متعلق چھپی تھی جس سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ اس پر مولانا محمد علی نے پرتاپ کی شرانگیز سرخیوں اور فتنہ انگیز خبروں کی جانب چیف سیکریٹری کو متوجہ کیا۔[۳۵]

ان مصائب سے مدیران و کارکنانِ انقلاب کے عزم و حوصلے میں کمی نہ آئی۔ چنانچہ وہ ان وقتی دشواریوں سے ہراساں نہ ہوئے اور انقلاب اپنی متعین کردہ ڈگر پر برسوں گامزن رہا۔

حواشی

۱۔ مہر کے مذکورہ بالا مضامین اور اداریوں کے لیے ملاحظہ کیجیے ''اقبال کا سیاسی سفر'' مرتبہ محمد حمزہ فاروقی، (لاہور: بزمِ اقبال، جون ۱۹۹۲ء)، ص ۲۶۳-۲۳۵۔

۲۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، جلد ۲، نمبر ۲۰۲، یک شنبہ، ۴ر مارچ، ۱۹۲۸ء

۳۔ مولانا ظفر علی خاں نے ایک مضمون پنجاب کی اسلامی صحافت میں جو زمیندار کے نومبر ۱۹۲۸ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا، مہر و سالک کی اخبار سے علاحدگی کی داستان بیان کی تھی۔ (انمول موتی، جلد دوم، مرتبہ ڈاکٹر صادق حسین (لاہور: ۲۰۰۳ء)، ص ۸۷-۸۳

۴۔ عبدالمجید سالک، سرگزشت، (لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۶۶ء)، بار دوم، ص ۲۲۶۔

۵۔ مالک رام (مرتب)، خطوطِ آزاد، (لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۲۱-۱۲۰۔

۶۔ نظیر حسنین زیدی، مولانا ظفر علی خاں بطور صحافی، مشمولہ مولانا ظفر علی خاں (احوال و آثار)، ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی، (لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۲۰۱۰ء)، طبع دوم، ص ۱۵۷۔

۷۔ محمد صالح طاہر، مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ کی ادبی خدمات، (لاہور: الحق پبلشرز، اگست ۲۰۰۱ء)، ص ۱۲۰۔

۸۔ محمد یوسف طاہر، مولانا غلام رسول مہر (غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے، ۱۹۶۷ء، مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، لاہور)، ص ۲۵۲-۲۵۱۔

۹۔ محمد صالح طاہر، محولۂ بالا، ص ۱۲۱

۱۰۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مولانا ظفر علی خاں: حیات، خدمات و آثار، (لاہور: سنگِ میل

پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۴۴۔

۱۱۔ عبدالمجید سالک، محولۂ بالا، ص ۲۳۵۔۲۳۴۔

۱۲۔ غلام رسول مہر، اپنی کہانی اپنی زبانی، مشمولہ ہفت روزہ چٹان، لاہور، جلد ۲۶، شمارہ ۵۲، ۲۴؍دسمبر ۱۹۷۳ء۔

۱۳۔ الطاف حسن قریشی (مرتب)، ملاقاتیں کیا کیا، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۸۲۔

۱۴۔ غلام رسول مہر، انھی سے رنگِ گلستاں، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۱۱ء)، ص ۶۰۷۔

۱۵۔ الطاف حسن قریشی، محولۂ بالا، ص ۱۸۲۔

۱۶۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، جلد ۱، نمبر ۳، شنبہ، ۹؍اپریل ۱۹۲۷ء

۱۷۔ (الف) ایضاً، اداریۂ مہر، جلد ۳، نمبر ۲۸۶، شنبہ، یکم جون ۱۹۲۹ء
(ب) ایضاً، نمبر ۲۶۸، یک شنبہ، ۱۲؍مئی ۱۹۲۹ء

۱۸۔ (الف) ایضاً، جلد ۱، نمبر ۱۱، سہ شنبہ، ۱۹؍اپریل ۱۹۲۷ء
(ب) ایضاً، افکار و حوادث، جلد ۱، نمبر ۱۷، چہارشنبہ، ۲۷؍اپریل ۱۹۲۷ء

۱۹۔ ایضاً، جلد ۱، نمبر ۵۲، یک شنبہ، ۵؍جون ۱۹۲۷ء

۲۰۔ ایضاً، افکار وحوادث، جلد ۱، نمبر ۳۶، سہ شنبہ، ۱۷؍مئی ۱۹۲۷ء

۲۱۔ ایضاً، نمبر ۷، پنج شنبہ، ۱۴؍اپریل ۱۹۲۷ء

۲۲۔ مالک رام، محولۂ بالا، ص ۱۲۹۔۱۲۸۔

۲۳۔ ایضاً، ص ۴۰۶

۲۴۔ روزنامہ انقلاب، اداریہ، جلد ۱، نمبر ۳۵، یک شنبہ، ۱۵؍مئی ۱۹۲۷ء

۲۵۔ ایضاً، جلد ۱، نمبر ۲۲، یک شنبہ، یکم مئی ۱۹۲۷ء

۲۶۔ مالک رام، محولۂ بالا، ص ۱۲۴۔

۲۷۔ روزنامہ انقلاب، جلد ۱، نمبر ۹، شنبہ، ۱۶؍اپریل ۱۹۲۷ء

۲۸۔ (الف) ایضاً، نمبر ۱۴، جمعہ، ۲۲؍اپریل ۱۹۲۷ء
(ب) ایضاً، اداریہ، جلد ۴، نمبر ۶۰، شنبہ، ۱۴؍اگست ۱۹۲۹ء

۲۹۔ ایضاً، اداریہ، جلد ۱، نمبر ۲۸، یک شنبہ، ۸؍مئی ۱۹۲۷ء

۳۰۔ ابوسلمان شاہ جہان پوری (مرتب)، مکتوباتِ سامی (لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۴۳۔۱۴۲۔

۳۱۔ روزنامہ انقلاب، جلد ۱، نمبر ۲۵، پنج شنبہ، ۵؍مئی ۱۹۲۷ء

۳۲۔ ایضاً، نمبر ۲۶، جمعہ، ۶؍مئی ۱۹۲۷ء

۳۳۔ ایضاً، نمبر ۲۷، شنبہ، ۷؍مئی ۱۹۲۷ء

۳۴۔ ایضاً، نمبر ۲۹، دوشنبہ، ۹؍مئی ۱۹۲۷ء۔

مآخذ

۱۔ حسین، صادق، ڈاکٹر (مرتّب)، انمول موتی، لاہور، ۲۰۰۳ء

۲۔ ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں: حیات، خدمات و آثار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء۔

۳۔ رام، مالک (مرتب)، خطوطِ آزاد، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۳ء۔

۴۔ زیدی، نظیر حسنین، مولانا ظفر علی خاں بطور صحافی، مشمولہ مولانا ظفر علی خاں (احوال و آثار)، ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی (مرتب)، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، جنوری ۲۰۱۰ء، طبع دوم۔

۵۔ سالک، عبدالمجید، سرگزشت، لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۶۶ء، باردوم۔

۶۔ شاہ جہان پوری، ابوسلمان، (مرتب)، مکتوباتِ سامی، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء۔

۷۔ طاہر، محمد صالح، مرتضیٰ احمد خاں میکش کی ادبی خدمات، لاہور: الحق پبلشرز، ۲۰۰۱ء۔

۸۔ طاہر، محمد یوسف، مولانا غلام رسول مہر، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے، ۱۹۶۷ء، مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، لاہور۔

۹۔ فاروقی، محمد حمزہ (مرتب)، اقبال کا سیاسی سفر، لاہور: بزمِ اقبال، جون ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ قریشی، الطاف حسن (مرتب)، ملاقاتیں کیا کیا، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء۔

۱۱۔ مہر، غلام رسول، انھی سے رنگِ گلستاں، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۱۱ء۔

رسائل و جرائد

۱۔ روزنامہ انقلاب، لاہور (متعدد شمارے)

۲۔ ہفت روزہ چٹان، لاہور، جلد ۲۶، شمارہ ۵۲، ۲۴؍دسمبر ۱۹۷۳ء۔